مشرق و مغرب

(مولانا حامد الانصاری غازی)

مارک ٹوئین (Mark twain) کا قول ہے کہ "جنگ کے لیے کوئی وجہ جواز نہیں"
دنیا کے مدبر مانتے ہیں کہ یہ قول راستی پر مبنی ہے لیکن دنیا کی حالت یہ ہے کہ کوئی مدبرامکان جنگ کے بارہ کو جھٹک کر یہ کہنے کے لیے تیار نہیں کہ جنگ واقعی نہیں ہونی چاہیے۔ مدبروں کا حال یہ ہے کہ ان کی زبانیں امن کے ساتھ ہیں اور دل جنگ کے ساتھ۔ عوام کی حالت اس سے بھی زیادہ عجیب و غریب ہے۔ ان کے مُنہ میں جنگ کے ذکر سے وہی حلاوت پیدا ہوتی ہے جو تازہ انگور کے رس سے۔

مارک ٹوئین نے بجا کہا کہ جنگ کے لیے کوئی وجہ جواز نہیں ہے لیکن اہل دنیا کہتے ہی نہیں عمل سے ثابت کر رہے ہیں کہ دنیا کو ایک اور جنگ عظیم کی ضرورت ہے۔ وہ ایک قول ہے، یہاں ہزاروں عمل ترازو کے دوسرے پلے میں رکھے ہوئے ہیں۔ ہمارے ملک اور دوسرے ملکوں کے ارباب سیاست بھری کانفرنسوں میں امن کے فرشتے بن کر جاتے ہیں لیکن لوٹتے ہیں تو جنگ کے شیطانوں کی فوجوں کو ایک حکم کا منتظر پاتے ہیں۔

انسان اکثر آپس میں ایک دوسرے سے ذکر کیا کرتے ہیں۔ جنگ ہو گی اس ذکر میں دل کا ہیجان قوت کے ساتھ یہی ہوتا ہے کہ کل ہونے والی جنگ آج ہو جائے تو ہماری خوش فکری اور خوش سخنی کا سامان فراہم ہو جائے، گویا جنگ ایک تماشا ہے کہ

پردہ اُٹھنے کی منتظر ہے نگاہ!

اس تخیل میں عام غریب انسانوں کا کوئی قصور نہیں۔ دنیا میں قابو یافتہ مدبروں کے دل اور عوام کی زبانیں ایک ساتھ کام کرتی ہیں، جن لوگوں کے ہاتھ میں امن کی قسمت ہے جب وہی جنگ پر آمادہ ہوں اور جنگ کو دور سے قریب لا رہے ہوں تو غریب عوام کی زبان کو حلق سے کیسے کھینچا جا سکتا ہے۔

امن اور جنگ کے متعلق دنیا کے رجحانات کے متعلق روس کے وزیر خارجہ ایم لیٹونوف نے جس قدر صاف اور سچی بات کہی ہے کسی دوسرے نے نہیں کہی۔

"ہماری عادت میں یہ بات داخل ہو گئی ہے کہ ہم یہ اعلان کرتے رہیں کہ جنگ کے بعد امن قائم ہو جائیگا۔ یہ بات غلط بھی ہے اور غلط فہمی پر مبنی بھی۔ دنیا کی طاقتیں اپنی خودغرضیوں کی خاطر امن کے لیے قوت نہیں بلکہ ایک خطرہ ہیں میں نے ایک بار لیگ اقوام میں جو کچھ کہا تھا آج بھی کہتا ہوں۔ ہر جنگ ایک دوسری جنگ کو جنم دیتی ہے اور ہر امن کے معاہدہ میں ایک نئی جنگ کا مقصد کام کرتا ہے۔"

لیٹونوف کے یہ جملے خودغرضیوں کے ان دائروں کو نمایاں کر رہے ہیں جن سے میونخ کے معاہدے کے بعد بھی جنگ کے ذکر و فکر کو ترقی ہو رہی ہے اور جنہوں نے یکساں طور پر مشرق و مغرب

کی عافیت کے امکانات کو درہم برہم کر رکھا ہے۔

منچوریا پر جاپان کے فوجی قبضہ کو زیادہ دن نہیں گذرے تھے کہ منچوریا کی فتح کے بعد فوراً مجلس اقوام کے کمیشن کے صدر لارڈ لٹن کے مخالف فیصلہ کے باوجود یورپ کی حکومتوں نے منچوریا پر جاپان کا قبضہ تسلیم کر لیا گویا یہ مان لیا گیا کہ منچوریا میں جاپان کی جنگ ناجائز تھی مگر جنگ کے نتیجہ میں جو سلطنت قائم ہوئی ہے وہ جائز ہے۔

منچوریا میں امن کی اسکیموں کی ناکامی کا قدرتی نتیجہ حبش کی جنگ کی صورت میں رونما ہوا، مشرق ابعید کی چنگاری افریقہ کے جنگل میں پہنچی تو شعلہ بن کر بھڑک اُٹھی اور اُس نے پہلا اسلامی اوّل کے تاج و تخت کو جلا کر آزاد حبشی قوم کی حسرتوں کو راکھ کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے منچوریا منچورین قوم کے ہاتھ سے گیا اور ادھر حبش حبشیوں کے ہاتھ سے جاتا رہا۔

اس وقت دنیا کی تمام سرگرمیاں دو جُدا جُدا خطوط کی شکل میں نظر آرہی ہیں۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ زمین کی بادشاہت ایشیا کا حق ہے یا اہلِ فرنگ کا۔ ایشیا اپنی تاریخ اپنی قدامت اور اپنی روحانیت کو نئی دلیل کی صورت میں پیش کر رہا ہے اور یورپ اپنے موجد دماغ اور اپنے ساز و سامان کی تازہ دم قوتوں کو اپنے حق کی تائید میں پیش کر رہا ہے۔ ایشیا یورپ کے نقشہ کو اپنی آزادی کے آئینہ میں دیکھ رہا ہے اور یورپ ایشیا کے سادہ نقشہ میں اپنا رنگ بھرنے کی سعی کر رہا ہے

خالدہ ادیب خانم نے دہلی کے ایک لیکچر میں کہا تھا کہ "مشرق اور مغرب میں ذہنی اتحاد

کے فقدان نے دونوں کو تباہی سے قریب تر کر دیا ہے۔ ہم یہ تباہی کارواں در کارواں سیاسی زندگی کی ہر منزل میں دیکھ رہے ہیں۔ مشرق بعید اور یورپ کی سیاست میں آج ہم جو الجھنیں دیکھ رہے ہیں اگرچہ وہ اندرونی معلوم ہوتی ہیں، مگر درحقیقت وہ مشرقی مسئلہ ہی سے پیدا ہوئی ہیں۔ مسٹر لائڈ جارج کی وہ حکمت عملی جس کا رُخ مجددانہ طور پر اور تیزی سے مشرقی فتوحات اور برطانوی سلطنت کی وسعت کی طرف رہا ہے، یورپ کے مطلق العنان آمروں کی تخلیق کا موجب ہوئی۔ لائڈ جارج کے بعد مسٹر بونرلا، مسٹر بالڈون، مسٹر ریمزے میکڈانلڈ بیس سال تک مشرق کو فتح کرنے کے لیے اپنے پیشرو اور ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم کے وزیر اعظم کی پالیسی پر چلتے رہے۔ بحر روم میں مقبوضات کا ہونا، بحر ہند اور خلیج فارس کی ماتحت عربی ریاستوں کی موجودگی اور مشرق قریب میں برطانیہ کی انتدابی حکومتوں کا قیام، بحر روم میں مالٹا پر برطانوی قبضہ، اس کے سرے پر جبل الطارق پر بالادستی، بحر الکاہل میں ہونولولو کی بحری راہوں کے مرکز پر تسلط، نہر سویز پر انگلستان کی بالادستی اور جنگ عظیم کے بعد جرمن نوآبادیات کی تبدیلیاں ایسے امور ہیں جو ہمیں منزل بہ منزل ایک جنگ سے دوسری جنگ کی طرف لیجا رہے ہیں۔ جنہوں نے روسی جمہوریت کے سیلاب کو جرمنی کی فولادی دیوار کے سامنے روکا ہے اور وسط یورپ میں نئے مسائل پیدا کر کے مغرب میں دو ڈکٹیٹروں۔ قہرمان ڈکٹیٹروں اور مشرق میں ایک نئی دہشت انگیز شہنشاہیت (جاپان) کو جنم دیا ہے۔

مشرق میں برطانوی مقبوضات نے دنیا کو ایک بڑے فتنہ سے آگاہ کیا اور آج دنیا کی تمام قوی اور قادر و قاہر حکومتیں اس فتنہ کو اپنی گود میں لینے کے لیے بڑھ رہی ہیں، اور اسی بڑھتی ہوئی

خواہش کا منفی اثر مشرق بعید کی جنگ مشرق قریب (فلسطین) کے دست بدست ہنگاموں، وسطی یورپ کے اختلافات اور نوآبادیات کے متعلق جرمنی کے اشتعال کے لیے وجہ جواز بنا ہوا ہے۔

ہمارا حال کل کے واقعات کا نتیجہ ہے۔ کل کا تجربہ آج دنیا کے کام آرہا ہے۔ اس آسمان کے نیچے کوئی شے نئی نہیں جو کچھ پہلے ہو چکا ہے آج بھی ہو رہا ہے، کل بھی یہی ہوگا اور آئندہ بھی یہی ہوتا رہیگا۔ کل کی طرح آج بھی واقعات کی تلوار حکومت کر رہی ہے، واقعات کا رُخ یہ ہے کہ دنیا کو ایک اور جنگ عظیم کی ضرورت ہے۔ مشرق اور مغرب میں اس جنگ کے علیحدہ علیحدہ کئی محاذ ہونگے، مگر دراصل یہ ایسے دو بڑے محاذوں کا مجموعہ ہوگی جس کے ماتحت دنیا کے مختلف حصوں میں بہت سے جداگانہ محاذ نظر آئینگے۔ یہ دونوں محاذ آج بھی حالات کی دوربین سے ہلکے ہلکے نظر آرہے ہیں۔

ہم اس وقت دنیا میں امن اور جنگ کے نام پر جو سرگرمیاں دیکھ رہے ہیں ان میں درحقیقت یہی مشرقی اور مغربی مسئلہ کا کام کر رہا ہے۔ اور اسی شے نے برطانیہ کی مشرقی حکمت عملی اور مغربی پالیسی کو ڈانواں ڈول کر رکھا ہے۔

برطانیہ کی خارجہ پالیسی تمام دنیا کی نظر میں محل نظر بنی ہوئی ہے۔ برطانوی سلطنت جس طرح عالمگیر ہے، اسی طرح اس کی مشکلات بھی عالمگیر ہیں۔ اگرچہ دنیا کے سیاستدانوں کے تدبر کا پورا پورا ظہور لاینحل مشکلات کے زمانہ میں ہوتا ہے لیکن زیادہ تر یہی مشکلات ایسی لغزشوں اور کمزوریوں کو ابھار دیتی ہیں جن سے ایک بنی بنائی قوم بگڑ جاتی ہے!

میونخ کا اثر یورپ میں میونخ میں برطانیہ نے جرمنی سے مل کر نومبر کے پہلے ہفتہ میں جو کچھ کیا وہ برطانوی مشکلات کا

ایک ایسا سلجھاؤ تھا جس سے ایک ماہ کے قلیل عرصہ میں دس الجھاؤ اور پیدا ہو گئے ہیں۔ آسٹریا پر جرمنی کے قبضہ کے بعد برطانیہ نے زیکوسلاویکیہ کو مجبور کر کے جرمنی کو سوڈیٹین علاقہ پر اس لیے قبضہ دلایا تھا کہ جنگ کا آفتاب سوانیزے سے پہنچ کر اپنے مستقر پر واپس لوٹ جائیگا لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ برطانوی وقار خاک میں مل گیا۔ برطانیہ نے اپنا سب کچھ کھو کر جب دنیا کی طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ دنیا کو امن کی نعمت کا ایک حصہ بھی حاصل نہیں ہوا۔

دراصل آج کی سیاست کا حاصل ایک سعی لاحاصل کے سوا اور کچھ بھی نہیں رہا۔ کارل مارکس نے کہا تھا کہ برطانیہ سرمایہ داروں میں جابر ترین سرمایہ دار شہنشاہیت ہے آج اس کے مقابلہ میں تین سرمایہ شہنشاہیت پسند طاقتیں عروج پر آ رہی ہیں۔

۱۔ جرمنی جس کے سامنے پرنس بسمارک کی عالمگیر جرمن سلطنت کا تصور ہے۔

۲۔ اٹلی جس کا مقصد ایک نئی رومۃ الکبریٰ کی تاسیس ہے۔

۳۔ جاپان، جس کا خیال ہے کہ اس کا شہنشاہ دنیا میں خدا کی مرضی کا نمائندہ ہے اور خدا کی مرضی یہ ہے کہ ایشیا ہی میں نہیں یورپ پر بھی جاپان کا قبضہ ہو۔

ان تینوں طاقتوں کو اپنی آبادی کی بڑھتی ہوئی فوج کے لیے نوآبادیات کی ضرورت ہے۔ چونکہ برطانیہ کی نوآبادیات تمام دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں اس لیے برطانیہ کا مفاد ان طاقتوں کے مفاد سے ٹکر کھاتا رہتا ہے۔ ہماری قریبی تاریخ کے واقعات اسی تصادم کا نتیجہ ہیں جو ابھی عرصہ تک جاری رہیگا۔

جرمنی نے ۱۹۳۶ء کے معاہدۂ ورسیلز (میثاق صلح) کے خلاف روہر پر قبضہ کیا، سارے فرانس کو بیدخل

کیا، رائن لینڈ سے بین الاقوامی اختیار کا خاتمہ کیا، آسٹریا کو اپنی سلطنت میں ملایا، سوڈیٹین جرمن کو جرمن پارلیمنٹ (ریش) کی بالادستی قبول کرنے پر مجبور کیا۔ اٹلی نے طرابلس میں مسلمانوں کو ختم کیا، جزیرہ روڈس کو ترکی سے غصب کرکے فوجی مستقر کی صورت دی۔ ارٹیریا کے قبضہ کے بعد پورے حبش پر قبضہ کیا۔ اور اب یمن مصر اور ترمنہ کے زرخیز سواحل کو مشتاق نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ جاپان نے کوریا پر قبضہ کیا، منچوریا کو چین سے علیحدہ کرکے اُس پر اپنی سیادت قائم کی۔ اب چین میں شمال اور جنوب میں شنگھائی، نانکن، پیکن، کینٹن، ہانکو کو فتح کرنے کے بعد آگے بڑھ رہا ہے، اور سنگاپور کی کھڑکی سے ایک طرف ہندوستان کی طرف جھانک رہا ہے اور دوسری طرف آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور فلپائن کے امریکن مقبوضات کو دوربین سے دیکھ رہا ہے۔ یہ سب کچھ نوآبادیاتی مسئلہ کا نتیجہ ہے جو قدرۃً برطانیہ کی مشرقی پالیسی اور نوآبادیاتی حکمت عملی سے پیدا ہوا ہے۔

مسولینی نے حبش کی فتح پر، ہر ہٹلر نے آسٹریا اور زیکوسلاوکیہ کے سوڈیٹین علاقوں پر قبضہ کے وقت اور افواج جاپان کے رہنما جنرل لوراکی کے کمان افسر نے چین میں اپنی فوجوں کو آگے بڑھاتے ہوئے انگریزوں سے خطاب کرکے غلط نہیں بالکل صحیح کہا ہے کہ تم جو کچھ ایک صدی سے کر رہے ہو، ہم اس صدی میں اُس کو شروع کر رہے ہیں۔ برطانیہ کے پاس اس اعتراض کا کوئی جواب نہیں ہے اسی لیے وہ چھوٹے چھوٹے معاملوں میں اپنے حریفوں کو مبتلا کرکے اپنے بڑے بڑے مقبوضات اور نوآبادیات کی حفاظت کر رہا ہے۔ برطانوی تدبر کا رجحان یہ ہے کہ جرمنی، جاپان اور اٹلی کی فتوحات کا دائرہ اگر بڑھتا ہے تو اس کا رُخ برطانوی مقبوضات اور نوآبادیات کی طرف نہ ہو۔ گذشتہ چند سال کے اندر برطانیہ نے بین الاقوامی سیاست میں جتنی کڑوی گولیاں نگلی ہیں وہ اسی درجہ کی شے ہیں۔ آئندہ بھی برطانیہ اپنے حریفوں کا رُخ بدل بدل کر وقت کو ٹلاتا رہیگا، اور جب مجبور ہی ہو جائیگا تو مجبوراً جنگ میں حصہ لیگا۔

برطانیہ کی خارجی پالیسی

بعض لوگوں کو برطانیہ کی غیر ملکی پالیسی کے اُتار چڑھاؤ پر حیرت ہوتی ہے۔ اس قسم کی حیرت کا اظہار ہمیشہ کیا گیا ہے۔ دو سال قبل روس کے مشہور سیاستداں صحافی کارل ریڈک نے اپنی حیرت کا اظہار ان الفاظ میں کیا تھا:-

"برطانیہ کی خارجی پالیسی سیاسیات عالم میں ہمیشہ ایک معمہ بنی رہی ہے۔ نپولین کی فتوحات سے پہلے بھی برطانیہ کے قول وفعل کو یکساں نہیں سمجھا جاتا تھا اور اس کے بعد تو برطانیہ کی خارجی حکمت عملی میں اس قدر اُتار چڑھاؤ ہوا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جاپان برطانیہ کی خارجی پالیسی سے بےچین ہے۔ روس میں برطانیہ کو حیلہ ساز کہا جاتا ہے۔ جرمنی اور فرانس میں بھی برطانیہ کے لیے اسی طرح کے الفاظ کہے جاتے ہیں اور امریکہ میں بھی برطانیہ کے اس قول وفعل کے متعلق کوئی اچھی رائے نہیں پائی جاتی"

پہلے برطانوی مقبوضات میں برطانوی دماغ کی تعریف بڑے رعب وداب کے ساتھ کی جاتی تھی لیکن اب وہاں بھی برطانیہ کی ذات پہچان لی گئی ہے۔ یہ ماننا پڑیگا کہ برطانیہ آج بھی سیاسیات عالم کا ہیرو ہے لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کل بھی ہیرو کا پارٹ اس کے حصہ میں آئیگا۔

میونخ کے معاہدے کے بعد برطانیہ نے کیا کھویا ہے اور دنیا نے امن وصلح کی دولت کا کتنا حصہ پایا ہے اس کا حال مدبرین عالم کی طاقتور رائے عامہ سے معلوم ہوتا ہے۔ اس وقت ہماری دنیا میں گھٹنوں کے بل جو سیاست چل رہی ہے اُس کا قریبی تعلق مسٹر چیمبرلین کے سفر گوڈسبرگ اور معاہدہ میونخ سے ہے اس لیے ہمیں دیکھنا چاہیے کہ اس معاہدہ نے دنیا کی رائے عامہ پر کیا اثر ڈالا ہے۔

مدبرین عالم کی نظر

گذشتہ ماہ کے پہلے ہفتہ میں انگلستان کے بھرے ایوان میں وزیر اعظم برطانیہ نے دعوی کیا تھا "ہماری پالیسی سے یورپ میں امن کا نیا دور آنے والا ہے" میجر اٹلی لیڈر مخالف پارٹی کی طرف رُخ کرکے معترضین کو یہ سوچنا چاہیے کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو کیا ہوتا اور اس کا اثر زیکوسلواکیہ

"اور دنیا پر کیا پڑتا"

اس رائے کے بعد اب چند مدبرین کی رائیں دیکھیے کہ وہ معاہدہ میونخ کے بعد کس قسم کے جذبات رکھتے ہیں۔ آراء سے پہلے حادثہ کی تاریخ مطالعہ کر لیجیے۔

۱۰ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو جرمن فوج کے افسر اعلیٰ نے اعلان کیا کہ آج سوڈیٹین جرمن علاقہ پر فوج کا قبضہ مکمل ہو گیا۔

اسی تاریخ میں ہٹلر نے فرمان شائع کیا کہ "ریش" جرمن پارلیمنٹ کے قوانین اور جرمن نشان "سواسٹیکا" اس علاقہ میں حکمرانی کرینگے۔

۲۲۔ اکتوبر کو فوجی راج ختم کر دیا گیا اور سوڈیٹین علاقے میں سول انتظامی حکومت قائم ہو گئی۔ جرمن اور زیکوسلاویکیہ کے افسانہ کا آخری باب جب مکمل ہو گیا اور وزیر اعظم انگلستان نے امن کی عمارت کو آخری اینٹ رکھ کر مکمل کر دیا تو دنیا کے مدبرین چلانے لگے کہ ہم آج بھی اسی طرح جنگ کے دروازہ پر ہیں جس طرح کل تھے۔

(۱) پریگ میں زیکوسلاویکیہ کے اخباروں نے بالاتفاق ایک جملہ لکھا "آج ہماری زندگی کا سب سے زیادہ منحوس دن ہے۔ ہم ذلت کے پیالے سے آخری گھونٹ پی رہے ہیں"۔ ۹۔ اکتوبر ۱۹۳۸ء)

(۲) مسٹر لائڈ جارج نے سٹی ٹمپل لندن میں تقریر کرتے ہوئے کہا:۔

"ملک کی راحت کا پیمانہ ہمارے اس جذبہ شرم سے پُر ہو رہا ہے کہ ہم نے ضمیر اور سلطنت کے وقار کو ختم کر کے امن خریدا ہے"

حبش، چین اور سوڈیٹین علاقے کے واقعات یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہم ذلت کے گڑھے میں بہت نیچے اتر آئے ہیں کیا ہمارے لیے پستی میں گرنے کی گنجائش ہے؟ ۲۶۔ اکتوبر ۱۹۳۸ء

(۳) مسٹر چرچل نے امریکہ کے لیے اپنی براڈکاسٹ تقریر میں کہا:۔

"انگریزی قوم اور ایمپائر کے اجزا یہ دریافت کر رہے ہیں کہ یہ انتہا ہے یا ابھی اور کچھ ہونے والا ہے۔ (۱۷۔ اکتوبر ۱۹۳۸ء)

(۴) پارلیمنٹ کے لبرل رہنما مسٹر آرچبالڈ سنکلر نے ایوان میں رنج کے ساتھ کہا:۔

"اس مثال نے ثابت کر دیا ہو کہ ہم دنیا کی طاقت کی کنجیاں ایک ایک کر کے زبردست آزار زبردستوں کے سپرد کر رہے ہیں۔ (یکم نومبر ۱۹۳۸ء)

(۵) مسٹر ایڈن وزیر خارجہ برطانیہ نے ازراہ تاثر آکسفورڈ یونیورسٹی کے کارلٹن کلب میں کہا:۔

برطانیہ کی غیر ملکی پالیسی کا مقصد بین الاقوامی معاہدوں کا احترام ہونا چاہیے۔

(۶) وجے لکشمی پنڈت (جواہر لال جی کی ہمشیرہ) نے سفر یورپ کے بعد کراچی میں بیان دیا:۔

"میں انگلستان میں کسی ایسے انگریز سے نہیں ملی جو میونخ کے معاہدے سے شرمندہ نہ ہو"

ان آرا کے علاوہ انگلستان کی وزارت پارٹی کے جرائد کی تازہ ترین رائے یہ ہے کہ معاہدہ میونخ کے ماتحت جرمنی سے جو توقعات وابستہ کی گئی تھیں وہ پوری نہیں ہوئیں۔ ہر ہٹلر نے میونخ سے واپس ہوتے ہی نوآبادیات (برطانوی ٹانگانیکا اور فرانسیسی کیمرون) کی واپسی کا مطالبہ شروع کر دیا ہے۔ لنڈن ٹائمز کے قول کے مطابق ہر ہٹلر کے ذہن میں نوآبادیات کو فوری واپسی کا مطالبہ اس اصول پر مبنی ہے کہ گرم لوہے پر چوٹ زیادہ کارگر ہوتی ہے۔

جب حالت یہ ہو تو دنیا کا کوئی شخص بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ برطانیہ نے اپنی کوششوں سے واقعات کے اس مطالبہ کو ختم کر دیا ہے کہ دنیا کو ایک اور جنگ عظیم کی ضرورت ہے۔ دنیا میں بڑھتی ہوئی آبادی کا مسئلہ، پیداوار کی کمی اور عدم توازن، صنعتی اور تجارتی مقابلہ، بالادستوں کا مطالبۂ نوآبادیات، زیردستوں کا مطالبۂ آزادی۔ اور ان تمام باتوں سے پیدا ہونے والی اور سو باتیں جب تک دنیا کے سر پر گذر رہی ہیں امن کا نام لینا بڑے لوگوں کا مذاق ہے جو پہلے بھی ہوا ہے اور آج بھی ہو رہا ہے ؞